شہرِ خوباں
عدم
قومی کتب خانہ نیا بازار راولپنڈی

مسکین مظہر علی خان

اہلِ ادب باذوق احباب
کے لیے تحفہ پڑھئیے
اور دعاؤں میں یاد
رکھیے

Misken Mazhar ali
Khan

مجھے تراش کے رکھ لو کہ آنے والا وقت

خزف دکھا کے گہر کی مثال پوچھے گا
فضا ابنِ فیضی✍️

شہرِ خوباں

عدمؔ

قومی کتب خانہ نیا بازار راولپنڈی

قیمت دو روپے

شہرِ خوباں

عدمؔ

قومی کتب خانہ راولپنڈی

پیش لفظ

○

میں نے چاہا تھا پیش لفظ لکھوں
حادثاتِ حیاتِ اِنساں کا !
گِر گیا ایک بال لہرا کر
زیست کے گیسوئے پریشاں کا

تعارف

نہ جا ان بے سر و سامان انسانوں کی حالت پر
حیاتِ جاوداں اِن کے تعارف کو ترستی ہے

○

شکن نہ ڈال جبیں پر شراب دیتے ہوئے
یہ مسکراتی ہوئی چیز مُسکرا کے پلا !!
سرورِ چیز کی مقدار پر نہیں موقوف
شراب کم ہے تو ساقی نظر مِلا کے پلا

○

بہار اوج پہ پہنچی تو رنگ اُڑنے لگے
شراب جوش میں آئی تو جام ٹوٹ گیا
رموز کھُلنے لگے تھے ضمیرِ فطرت کے
مگر حسین عناصر کا دام ٹوٹ گیا

○

اِک گوالن ہے کہ جس کے سانولے پن کی مٹھاس
ایسی مستانہ ہے جیسے رس بھرے آموں کی باس
دیکھکر اُس کو عدم محسوس ہوتا ہے مجھے
پی گیا ہوں جیسے خالص رم کا اک پورا گلاس

○

تازہ دم نکلا ہے کیا تخلیق کے ترکش سے تیر!
دیکھنا وہ سامنے سے آ رہی ہے ایک ہیر!
مرمریں گردن میں اک تعویذ ہے اس خوف سے
دودھ کے دھارے پہ لب رکھ دے نہ کوئی راہگیر

○

درویش سے نہ اتنا غرور اختیار کر

موسیٰ سے جا کے نخوتِ طور اختیار کر

لانا ہے دام میں جو فقیرانِ مست کو

تھوڑا سا میکدے کا غرور اختیار کر

○

مندر کو جا رہی ہے تو اک طشتری لئے

اور طشتری میں گھی کے دیوں کی بہار ہے

اے پتھروں کو پوجنے والی حسیں کرن

رستے میں ایک تیرا عبادت گزار ہے

○

اے گدا اگر خدا کا نام نہ لے
اِس سے اِنساں کا دل نہیں ہلتا
یہ ہے وہ نام جس کی برکت سے
اکثر اوقات کچھ نہیں مِلتا

○

راہ میں سنگِ میل کے نزدیک
اک مسافر ملول بیٹھا ہے
یا سفر کی تھکان کافی ہے!!!
یا خلافِ اصول بیٹھا ہے

○

اے غریبوں کی شام آہ نہ بھر
ظلمتِ لالہ فام آہ نہ بھر
دور افتادہ دوستوں کا خلوص
بھیجتا ہے سلام آہ نہ بھر

○

اے نسیمِ سحر گریز نہ کر!
اے سکونِ جگر گریز نہ کر!
لے کے آئی ہے تو وطن سے اگر
دلبروں کی خبر ــــــ گریز نہ کر

○

ہر مسافر کو باخبر کردو
یہ مرے تجربے کا جوہر ہے
رہبروں کی فریب کاری سے
رہزنوں کا خلوص بہتر ہے

○

میں اگر جا سکا نہ منزل تک
عجز سے لوٹ کر نہ آؤں گا!
یا بگولوں کا رُوپ لے لوں گا!
یا شعاعوں میں پھیل جاؤں گا

○

چلتے چلتے تمام رستوں سے
مست و مسرور آ گئے ہیں ہم
اب جبیں سے نقاب الٹ دیجے
شہر سے دور آ گئے ہیں ہم

○

تیرگی کے گھنے حجابوں میں
دور کے چاند جھلملاتے ہیں
زندگی کے اداس لمحوں میں
بے وفا دوست یاد آتے ہیں

○

شام کے وقت ساحلِ جُو پر
جب کسی مہ جبیں کے ساتھ ہو
یہ سعادت نصیب ہو سب کو
اس دعائے حسیں کے ساتھ ہو

○

صُبح صُبح شگفتہ فام نہیں!
شام شام سبک خرام نہیں!
زندگی کے اداس رستے ہیں!
کوئی ہنستا ہُوا مقام نہیں

○

ساعتِ خندہ فام آتی ہے
نکہتِ فیضِ عام آتی ہے
آرہے ہیں وہ اس طرح جیسے
مصر کی ایک شام آتی ہے!

○

طلعتِ ماہتاب پیتے ہیں!
تابشِ آفتاب پیتے ہیں!!
تو بھی پی اے مرے ستارہ جبیں
کہ ستارے شراب پیتے ہیں!

○

ایک ماں کے کُشادہ سینے پر
ایک ننھّا سا ماہ پارا ہے
زندگی کے ضعیف شانوں پر
فرض کا بوجھ کتنا پیارا ہے

○

فُرصتِ رنگ بار بیت گئی!
مہلتِ زرنگار بیت گئی
مسکرانے لگی تھی ایک کلی!
کہ اچانک بہار بیت گئی

○

کثرتِ غم میں لطفِ غم خواری
ساغرِ جم کا کام دیتا ہے
وقت پر ایک لفظ ہمدردی
ابنِ مریم کا کام دیتا ہے

○

دیکھ کر رنگ و بو کی طغیانی
رقص میں ہے امنگ کی رانی
وہم کے ریشمی بچھونے پر
پاؤں پھیلا رہی ہے نادانی

○

ایک دہقاں کے کاسۂ سر میں
احمریں زہر کا فتیلا ہے!
وہ خدا سے کہو اسے پی لے
اس کے چہرے کا رنگ پیلا ہے

○

شبنم و آفتاب پیتے ہیں!
ماہ و انجم کے آبگینوں سے
موسمِ گل میں پھول گرتے ہیں
بادہ خواروں کی آستینوں سے

○

عالمِ حادثات فانی ہے!
بارگاہِ حیات فانی ہے!
آ کہ اک رات جاگ لیں ساقی
رونقِ کائنات فانی ہے

○

یاد پڑتا ہے جیسے صبحِ ازل
یہ تجلّی یہ نور دیکھا ہے
اس سے پہلے بھی تیری آنکھوں کو
ہم نے ساقی ضرور دیکھا ہے

○

دیکھ کر تجھکو میکدے کے قریب
ہم نشیں رُوح کانپ جاتی ہے
کتنے برباد خانوں کی!
اس گلستاں سے باس آتی ہے

○

دفن ہیں ساغروں میں ہنگامے
کتنی اُجڑی ہُوئی بہاروں کے
نام کندہ ہیں آبگینوں پر!
کتنے ڈوبے ہُوئے ستاروں کے

○

ساغرِ جسم کا تذکرہ مت کر
میں روایات کا غلام نہیں!
زندگی کے شراب خانے میں
کسی ساغر پہ کوئی نام نہیں!

○

صاحبِ چشم و ذہن و گوش نہیں
رندِ بے خود ہوں اہلِ ہوش نہیں
خیر اے شیخ محترم پھر بھی!
آدمی ہوں خدا فروش نہیں!

○

راستے کے فقیر ہیں، ہم لوگ!
محتسب اے پری جمال نہیں!
کوئی گزرا تو تھا اِدھر سے ابھی
کون گزرا تھا، یہ خیال نہیں!

○

رُوح کی جوت بجھ گئی ہوتی
دل کے اجزا بکھر گئے ہوتے
زندگی آپ کی نوازش ہے
ورنہ، ہم لوگ مر گئے ہوتے

○

غمِ ہستی کے تیر کھا کھا کر
بے حظ و بے سُرور جانا ہے۔
اے حسینوں! نہ راستہ روکو
ہم فقیروں کو دُور جانا ہے!

○

ایستادہ ہو کیوں پسِ دیوار
چاند سے خال و خد چھپائے ہوئے
آ کے دیکھو تو پاس پھاٹک کے
کتنی راتیں ہیں سر جھکائے ہُوئے!

○

ذکر مت کیجئے فرشتوں کا
زہد توہین ہے مشیّت کی
ابنِ آدم اگر خطا نہ کرے
بد نصیبی ہے آدمیّت کی!

○

تیری آنکھوں کا فیض ہے ساقی
میری قسمت کی دار و گیر نہیں
ہاتھ بخشا ہے وہ مشیّت نے
جس میں تقدیر کی لکیر نہیں!

○

بے سبب کس لیئے جھجکتا ہے،
خواجہ وہ کوئی گُناہ نہیں!
روز پیتا ہے آج بھی پی جا
خونِ دہقاں ہے خُون شاہ نہیں!

○

شہرِ دل کی خموش گلیوں میں!
رونقوں کے نشان مِلتے ہیں!
جب ہوائے مراد چلتی ہے!
جنگلوں میں بھی پھول کِھلتے ہیں!

○

بے سبب کس لیئے جھجکتا ہے،
خواجہ وہ کوئی گُناہ نہیں!
روز پیتا ہے آج بھی پی جا
خونِ دہقاں ہے خُون شاہ نہیں!

○

شہرِ دل کی خموش گلیوں میں!
رونقوں کے نشان ملتے ہیں!
جب ہوائے مراد چلتی ہے!
جنگلوں میں بھی پھول کِھلتے ہیں!

○

ناوکِ نارسا چلا نہ چلا
زحمتِ اعتنا ہوئی نہ ہوئی!
آج موقع ہے منعقد کر لو!
پھر قیامت بپا ہوئی نہ ہوئی

○

گردشِ جامِ جم تمام ہوئی
گردشِ روزگار باقی ہے
بادشاہوں کے جام ٹوٹ گئے
میکدے کا وقار باقی ہے!

○

جانے کس نے نجات ڈھونڈی تھی
زیست کی ذِلّتوں سے گھبرا کر!
ایک گردن تھی آج بھی موجود.....!
ریل کی تابناک پٹڑی پر!!!

○

راحتِ قلب وگوش دے ساقی
مرہمِ زخمِ ہوش دے ساقی!
زندگی کا چراغ روشن کر...!
بادۂ گرم جوش دے ساقی

○

ہوش سے جا کے آنکھ کھلتی ہے

لغزشیں کھا کے آنکھ کھلتی ہے۔

آنکھ کھلتی تو ہے مگر ساقی۔۔۔۔!

مے سے ٹکرا کے آنکھ کھلتی ہے!

○

داورِ حشر کے ارادوں میں

نکہتِ زُلفِ گل رُخاں بھر دو،

دھوپ ڈھل جائے گی قیامت کی

حشر میں اک مشاعرہ کر دو۔۔۔!

○

بات بڑھ کر حدِ تناسب سے
گیسوئے یار ہو گئی ہو گی ...!
جا کے واپس نہیں کلیم آیا ...!
کہیں تکرار ہو گئی ہو گی!

○

جبر قدرت نے آدمی کے لئے
کیا دل آویز روگ چھانٹا ہے
دِل کی تسکین ڈھونڈنے والے
زندگی اک حسین کانٹا ہے!

○

مطرب و مے رفیق ہیں میرے
رامش و رنگ کا نقیب ہوں میں
عمرِ رفتہ صدا تو دے مجھکو!
بے مروت ترے قریب ہوں میں!

○

اے مرے دِل میں جھانکنے والے
اِس بیاباں میں کون آتا ہے..!
پھول تو پھول ہیں یہاں آکر...!
سبز کانٹا بھی سوکھ جاتا ہے!

○

پھر کوئی زخم جاگ اُٹھا ہے!
پھر تجھے یاد کر رہا ہوں میں...!
دیکھ کتنی نیاز مندی سے
دل کو برباد کر رہا ہوں میں...!

○

کیوں طبیعت میں رنج لاتے ہو۔!
یہ حسیں حادثہ تو ہونا تھا،
تم جسے دِل خیال کرتے تھے
وُہ شکستہ سا اک کھلونا تھا

○

تُم نے عصمت فروخت کی ہے فقط
ایک فاقے کو ٹالنے کے لیے
لوگ یزداں کو بیچ دیتے ہیں.....!
اپنا مطلب نکالنے کے لیے

○

داستاں گو ذرا توقف کر
درد کچھ تیز ہوتا جاتا ہے!
شمع تحلیل ہوتی جاتی ہے
جام لبریز ہوتا جاتا ہے!

○

آ ترے گیسوؤں کے سایوں کو
ذہن کو نسین پر دراز کروں!!!
اور پھر اس ردائے مشکیں پر
جھوم کر سجدۂ نیاز کروں!!!

○

دیر و کعبہ سے تھک کے لوٹا تھا
حوضِ کوثر پہ رک گیا ہوں میں!
میری لغزش معاف کر ساقی
تیرے قدموں پہ جھک گیا ہوں میں

○

آپ کیوں اِس اصولِ زرّیں سے
کوششِ اختلاف کرتے ہیں!
قاعدہ ہے کہ دوستوں کے قصور
دوست ہنس کر معاف کرتے ہیں!

○

نگاہ ہوش کر دیتی ہے زخمی
نہ ہو تکلیف ورنہ بلبلوں کو،
مرا یہ مشورہ ہے ہم صفیرو!!
شراب آلود کر ڈالو گلوں کو

○

رات کیسے کٹے گی اے مطرب
چھیڑ دے ذکر مہ جبینوں کا
دھیمے دھیمے سروں کی لہروں میں
شہد ہو عنبریں پسینوں کا!

○

تو بہاروں کے پھول اکٹھے کر
میں شبوں کا گداز لاتا ہوں!
تو صراحی سنبھال اے ساقی
میں ستاروں کا ساز لاتا ہوں

○

گُل کی پتی پہ بوند شبنم کی
کہہ رہی ہے عدم کا افسانہ
یا ہوس کے علیل ہاتھوں میں
کانپتا ہے خوشی کا پیمانہ!

○

اے وطن کے حسین مہ پارو
کیا فقیروں کو بھول جاؤ گے
جن دِلوں میں تمہارا مسکن تھا
ان دِلوں کو نہ اب بساؤ گے؟

○

آنکھ کو اک نگاہ کا حق ہے
روح کو ایک آہ کا حق ہے
ایک دِل میں بھی لیکے آیا ہوں
مجھ کو بھی اِک گناہ کا حق ہے

○

مے نہیں گلستاں کا پانی ہے
محتسب جو مرے گلاس میں ہے
سانپ نے کینچلی بدل ڈالی !
آج فطرت نئے لباس میں ہے

○

جب مقامِ نیاز آتا ہے
ساقیٔ جاں نواز آتا ہے
دے کے دشنام شیخ و قاضی کو
مجھ کو لطفِ نماز آتا ہے!

○

یہ ستاروں کا نغمۂ خاموش
یہ بہاروں کا موسمِ گل پوش
کیوں نہ بازار گھومنے جائیں
میں بھی مدہوش آپ بھی مدہوش

○

رس بھرا پھول کر دیا غارت
مے سے لبریز جام توڑ دیا!
زندگی کہہ رہی تھی افسانہ
کس نے ربطِ کلام توڑ دیا

○

لذتِ زخم ہے ابھی باقی
خارِ غنچہ ضمیر کوئی نہیں
کیا تبسم فروش محبوبہ
تیرے ترکش میں تیر کوئی نہیں؟

○

ٹالتا ہوں ہزار حیلوں سے
وقت تکلیف کا نہیں ٹلتا
ساقیا اب تری مدد کے بغیر
زندگی کا دِیا نہیں جلتا !!

○

سانس اک تیر بنتی جاتی ہے
روح نخچیر بنتی جاتی ہے
میری حالت ترے تغافل سے
ایک تصویر بنتی جاتی ہے،

○

الحذر اے مسافرانِ حیات
یہ حسیں پیچ و خم ہیں راہوں کے
ان گھنی داڑھیوں پہ مت جانا
یہ جراثیم ہیں گناہوں کے!

○

تیرے ماتھے پہ اک حسیں تِل ہے
میرے سینے میں اک حزیں دل ہے،
نقش ہیں ایک ہی قلم کے مگر
اک ستارہ ہے دوسرا سِل ہے

○

ایک گنجِ خطیر پھینکا ہے
ایک مالِ کثیر پھینکا ہے
میرے سینے کو کھولنے کیلئے
وقت نے ایک تیر پھینکا ہے

○

زیست کے بے کراں اندھیرے کو
چشمۂ نور میں ڈبوتا ہے!
میں ہوں اس آفتاب کا قائل
جو شبوں کو طلوع ہوتا ہے!

○

ایک جام، اک حسین رقاصہ
اور اک نغمہ ریز تنہائی!
اے خدایانِ حکمت و دانش
زندگی کیا ہے؟ ایک انگڑائی

○

ایک بھنورے کا مانگ کر پیکر
عالمِ رنگ و بو میں کھو جاؤں!
آرزو ہے کہ تیری زلفوں سے
بے تکلف لپٹ کے سو جاؤں

○

ایک ٹوٹے سے مقبرے کے قریب
اک حسیں جو ئبار بہتی ہے
موت کتنا بھی اعتراض کرے
زندگی بے قرار رہتی ہے!

○

پھول گرتے ہیں آسمانوں سے
حیرت انگیز رہگذاروں پر!!
شام کو جب دیئے جلاتے ہیں
مہ جبیں مرمریں مزاروں پر

○

ذہن تیرے خیال میں کھو کر
ڈوب جاتا ہے یوں بہاروں میں
جس طرح گل فروش شاخوں سے
پھول گرتے ہیں جوئباروں میں

○

نوجواں خواہشوں کی رگ رگ میں
رنگ آمیز زہر بس جائے
چاندنی رات فرشِ سبزہ پر
کاش! بلبل کو سانپ ڈس جائے

○

عقل کے سوگ مار دیتے ہیں
عشق کے روگ مار دیتے ہیں
آپ خود تو کوئی نہیں مرتا
دوسرے لوگ مار دیتے ہیں!

○

زندگی کے اصول رقصاں تھے
زندگی کے اصول رقصاں ہیں
قہقہوں میں شراب کی رَو ہے
آبگینوں میں پھول رقصاں ہیں

○

قلب ہائے ملول جی اُٹھیں
زرد و بیمار پھول جی اُٹھیں
تم اگر اپنی آنکھ جھپکا دو
زندگی کے اصول جی اُٹھیں

○

سرمدی نین، مرمریں باہیں
جن سے کرنیں بدن چراتی ہیں
یہ تو چیزیں ہیں آسمانوں کی
یہ زمیں پر کہاں سے آتی ہیں

○

آبِ انگور پی رہا ہوں میں
نارِ پُر نور پی رہا ہوں میں
شام ہے اور اک حسین کیساتھ
حسبِ دستور پی رہا ہوں میں

○

ایک ریزہ ترے تبسم کا
اڑ گیا تھا شراب خانے سے
حوضِ کوثر بنا دیا جس کو
واعظوں نے کسی بہانے سے

○

روز کس کو نصیب ہوتی ہے
چاندنی شب کے آبگینے کی!
محتسب آج اعتراض نہ کر
چودھویں رات ہے مہینے کی!

○

شبنم و گل کے نرم لہجوں میں
رازداروں سے بات کرتی ہے
کتنی چنچل ہے فطرتِ کم گو
کن اشاروں سے بات کرتی ہے

○

بجھ گیا ہے بھڑک کے ایک چراغ
گر گئی ہے چٹک کے ایک کلی
ایسی دلدوز مسکراہٹ سے
موت کی پرسکون نیند بھلی!

○

آرزو کی شکستِ رنگیں پر
نامرادی کا داغ جلتا ہے!
زندگی کے مزار پر ساقی
روز تازہ چراغ جلتا ہے۔

○

کتنا حسرت فزا ہے وقتِ غروب

بادہ خوارو! کچھ انتظام کرو

جام و مینا کی احمریں لَے سے

"ڈوبتی آگ" کو سلام کرو

○

میکدے کی شراب ناقص ہے

زاہدِ پارسا نے پی ہو گی!!

حوضِ کوثر میں جو چھلکتی ہے،

وہ خدا نے کشید کی ہو گی!

○

کل خرابات سے ندا آئی
اے فقیرانِ سرمدی آؤ
چشمۂ عمرِ جاوداں ہے رواں
عمرِ خضر و مسیح لے جاؤ!

○

کاش اک روز تیرے رستے میں
یوں گروں لڑکھڑا کے مست و خراب
تو یہ پوچھے کسی سے "کون ہے یہ"
اور کیوں پی گیا ہے اتنی شراب

○

اے مرے پُر خلوص غمخوارو
ایک زحمت تو اور فرما دو
جس جگہ سے اٹھا کے لائے تھے
اس جگہ تک تو مجھ کو پہنچا دو

○

آہ اے خواجۂ سیاہ سرشت
سوزِ ناسور پی گیا ہے تو!
آدمی زہر پی نہیں سکتا
خونِ مزدور پی گیا ہے تو!

○

صبر کر اے خدائے سرمایہ
میں غریبوں کے پاس جاتا ہوں
پہلے ان کے دیئے جلا آؤں
پھر ترا قمقمہ جلاتا ہوں!

○

اے ریا کار تو چراغ جلا
اور میں آندھیوں کو لاتا ہوں!
روز تیرے دیئے جلائے ہیں
آج اپنا دیا جلاتا ہوں!

○

تیرا گیسو ہوا ہے دوزخ کی
اُس کا گیسو سکون کا گھر ہے
تیرے حُسنِ سلوک سے زاہد
اک طوائف کا خلق بہتر ہے

○

ہر خطاکار کا سہارا ہے
ہر گنہ گار کا ندیم ہے تو!
کافروں کو بھی رزق دیتا ہے
میرے مولا بڑا کریم ہے تو

○

آنکھ تیری ہے مستِ مے زاہد
میں فقط شاہدِ خرابی ہوں
میں سمجھتا تھا تو شرابی ہے
لوگ کہتے ہیں میں شرابی ہوں

○

زندگی کی دراز پلکوں پر!
راستے کا غبار چھایا ہے
آبِ کوثر سے آنکھ کو دھولے
میکدہ پھر قریب آیا ہے!

○

ہر قدم پر جو حال آتا ہے!
ذہن میں کیف تھرتھراتا ہے
اے غمِ زندگی خیال یہ ہے
راستہ میکدے کو جاتا ہے

○

زلفِ شبرنگ یاد اگر آئی!
روئے گلفام ہم کو بھول گیا
اتنی مصروفیت تھی دنیا میں!
آپ کا نام ہمکو بھول گیا!

○

میری آنکھوں میں ایک آنسو ہے
تیرے کانوں میں ایک موتی ہے
زندگی کی علیل دوشیزہ
کتنے شبنم کدوں میں سوتی ہے

○

تیرے ماتھے پہ زندگی کا ضمیر
کتنے آرام سے ہے راحت گیر
جیسے ٹھنڈی سی مرمریں سل پر
چین سے سو رہا ہو کوئی فقیر

○

ذکرِ زلفِ دراز کرتے ہیں
مطرب و مے سے ساز کرتے ہیں
موسمِ برشگال میں شاعر
میکدے میں نماز کرتے ہیں!

○

رونے والوں نے سلکِ ماتم میں
اپنے اپنے سروں کو جوڑا ہے،
موت نے زندگی کی ٹہنی سے
پھر کوئی تازہ پھول توڑا ہے!

○

ابتدا ہے ابھی بہاروں کی
رنگ کیوں اُڑ رہا ہے پھولوں کا
کون کل کہہ رہا تھا اے ساقی
زندگی رقص ہے بگولوں کا!

○

تیرے جوبن کی خیر رقاصہ
اہلِ دولت حسیں درندے ہیں
ان کی باتوں کا اعتبار نہ کر
یہ فقط موسمی پرندے ہیں

O

خوشنوا طائروں کے جھرمٹ ہیں

حوض کے مرمریں کناروں پر

جیسے موسیقیاں تھرکتی ہیں

نوجواں عارضوں کے دھاروں پر

O

اے ستارو! کہاں کی ٹھانی ہے

کس افق کی طرف رواں ہو تم!

آؤ تم کو بھی کچھ پلا لائیں!

کتنے زرد اور ناتواں ہو تم!!

○

اے ستارے تراشنے والو
کوئی ایسا بھی ان میں تارا ہے
جس کے ماتھے کی لوحِ خنداں پر
نام لکھا ہوا ہمارا ہے

○

نقد مِل جائے آج جو کچھ بھی
صدقِ دل سے قبول کرتے ہیں
کِسی زہرہ جبیں کی آنکھوں سے
دل کی قیمت وصول کرتے ہیں

○

تیرے گیتوں کی دھوم ہو جگ جگ

گل بہ داماں رہے ترا لہنگا

اے حسیں مطربہ فقیروں کو

آج اپنے لبوں کی جوت پلا

○

بھانپ لیتے ہیں، ہم دلوں کا حال

دستِ شفّاف کی لکیروں سے

رس ذرا سا پلا کے ہونٹوں کا

مانگ لے آج کچھ فقیروں سے

○

جل رہا ہے ترا شباب نہ پی
اے حسیں مطربہ شراب نہ پی
پی میرے ساتھ تھوڑی تھوڑی پی
شیخ کے ساتھ بے حساب نہ پی

○

پختگی ہو اگر ارادے میں
دختِ رز صبح و شام ملتی ہے
میکدے پر نہیں ہے کچھ موقوف
مسجدوں میں بھی عام ملتی ہے

○

وعدۂ حور و کوثر و غلماں
صرف عیاشئ دماغ نہ ہو!
بندگی سے ہوں اسلئے بیزار
خلد بھی ایک سبز باغ نہ ہو

○

میرے ساقی مجھے شراب نہ دے
بے طرح ڈگمگا رہا ہوں میں!
ایک ساغر پیا تھا صبح ازل
آج تک لڑکھڑا رہا ہوں میں!

○

کس طرح ٹوٹتی ہیں زنجیریں
یہ بھی اک دن تجھے دکھاؤں گا
اے قفس کے محافظِ ناداں
میں اڑا تو نظر نہ آؤں گا

○

واقعہ ہے کہ اہلِ سرمایہ
مطلقاً عام شئے نہیں پیتے
ان کا معیارِ میکشی مت پوچھ
خون پیتے ہیں مے نہیں پیتے

O

میرے رزّاق تیری رحمت بھی
اس قدر تنگدست ہو جائے
جو ترے لطف پر نظر رکھے
وہی فاقہ پرست ہو جائے!

O

رات کو خواب میں بسا اوقات
مجھ سے وہ رسم و راہ کرتے ہیں
جس طرح اک ندی کے دو ساحل
دور رہ کر نباہ کرتے ہیں

○

جام کی نوک تیرے ہونٹوں کو
چھو کے یوں نغمہ بار ہوتی ہے
جس طرح دو سُروں کے ملنے سے
ایک دھن آشکار ہوتی ہے،

کون ہے جس نے مے نہیں چکھی
کون جھوٹی قسم اٹھاتا ہے!
میکدے سے جو بچ نکلتا ہے
تیری آنکھوں میں ڈوب جاتا ہے

○

شیخ جی! بادہ کش بزرگوں کا
کس قدر احترام کرتے ہیں
آپ کے دوستوں کو بھی اکثر
مسکرا کر سلام کرتے ہیں

○

سست رفتار ہو گیا ہوں میں
سہل انگار ہو گیا ہوں میں
تھک کے ایسے گرا ہوں رستے میں
ایک دیوار ہو گیا ہوں میں

○

ناخدا بدگماں خدا خاموش
ناؤ کو آپ ہی چلانا ہے
یا بغاوت سے پار اُترنا ہے
یا رعونت سے ڈوب جانا ہے

○

سجدۂ عجز مرگِ غیرت ہے
مرگِ غیرت کِسے گوارا ہے
آج کیوں زیرِ بار ہوں اس کے
آگے کب اس نے پار اتارا ہے

○

شیخ کا قول ہے کہ محفلِ حشر
کسی منصف کی بارگاہ نہیں
جس کو چاہیں وہاں سزا دے دیں
حشر میں حاجتِ گواہ نہیں

○

چپکے چپکے رات اس کی آنکھ سے
پی کے میں اتنا شرابی ہو گیا
چاند تاروں کے رو پہلے فرش پر
لغزشیں کھا کر گرا اور سو گیا

○

حادثوں کے ساز ساکت ہو گئے
زندگی کی نوحہ خوانی رہ گئی
تھوڑی دُور آئے سفینے اسکے بعد
صرف دریا کی روانی رہ گئی !!

○

عنبریں اوہام پر مرتا ہوں میں
ظلمتِ گلفام پر مرتا ہوں میں
گیسوؤں کو عارضوں پر ڈال لو !
میکدے کی شام پر مرتا ہوں میں

○

مسکراہٹ ہو بہ طرزِ زہر خند
آنکھ ہو لیکن بڑی دلگیر ہو!
اے مصوّر یوں بنا شکلِ حیات
جس طرح اک خوبصورت تیر ہو

○

لبِ گل ریز کی حلاوت ہے
زلفِ شبرنگ کی ہوا ہے یہاں
رات کاٹ اور سحر کو رستہ لے
اک حسیں کارواں سرا ہے جہاں!

○

سرد چشمے نہ ڈھونڈ صحرا میں
یہ بگولوں کی راجدھانی ہے
تجھ کو اکثر مغالطہ ہو گا!!
دھوپ کی رَو نہیں ہے پانی ہے

○

شبِ مہتاب اور عہدِ بہاراں
عناصر سب گلابی ہو گئے ہیں!!
تماشا دیکھ کر بادہ کشوں کا!!
ستارے بھی شرابی ہو گئے ہیں!!

○

جام اٹھا اور فضا کو رقصاں کر
خود بخود کوئی رُت نہیں پھرتی
وقت کی تنگدل صراحی سے
مے کی اک بوند بھی نہیں گرتی!

○

تیری انگڑائی کے جزیرے میں
آبشاروں کے راگ رہتے ہیں
نکہتوں کے طیور اڑتے ہیں
مستیوں کے سہاگ رہتے ہیں

○

بات ہنس کر کبھی نہیں کرتی
کیا علیل اور متین ہے دنیا
پھر بھی کتنی نگاہ پرور ہے
پھر بھی کتنی حسین ہے دنیا

○

ترے کرم کے سہارے پہ چل رہا ہوں میں
تری نظر کے اشارے پہ چل رہا ہوں میں
وہ حادثات ہیں راہِ حیات میں ساقی
سڑک سے ہٹ کے کنارے پہ چل رہا ہوں میں

○

اب مری حالتِ غمناک پہ کُڑھنا کیسا
کیا ہوا مجھ کو اگر آپ نے ناشاد کیا
حادثہ ہے مگر ایسا تو المناک نہیں
یعنی اِک دوست نے اک دوست کو برباد کیا

○

یوں صراحی سے وقتِ بادہ کشی
آبِ معجز اصول گرتا ہے
جیسے اک مرمریں جھروکے سے
ایک شاداب پھول گرتا ہے

○

ذہن کے جاگتے شبستاں میں
یوں غنائی شعور آتے ہیں!
جس طرح موسم بہاراں میں
گانے والے طیور آتے ہیں

○

نکہتِ رنگ و آب پیتا ہوں
بیحد و بے حساب پیتا ہوں!
میں منافق نہیں کہ چھپ کے پیوں
بے تکلف شراب پیتا ہوں

○

اے خرابات کے خداوندو
دم نکلتا ہے، موت آئی ہے
کھول دو میکدے کا دروازہ
چاندنی رات کی دہائی ہے

○

عمر بھر، ہم نے ایک کام کیا
اپنے مسلک کا احترام کیا
فرشِ کعبہ پہ بھی بوقتِ نماز
آپ کی آنکھ کو امام کیا!

○

کتنا مخلص گناہ گار ہوں میں
تیری رحمت کے گیت گاتا ہوں
توبہ کرتا ہوں روز پینے سے
توبہ کرتے ہی بھول جاتا ہوں

○

ہر حسیں آنکھ کا پجاری ہوں
ہر جواں زلف کا بھکاری ہوں
مدعا اور ہے کچھ اے ساقی
ظاہراً غرقِ بادہ خواری ہوں!

○

تیری آنکھوں سے روشنی لے کر
ظلمتوں کو نڈھال کرتا ہوں!
زندگی کی سیاہ راتوں میں!!
میں بھی اکثر کمال کرتا ہوں!

○

زیست بے مدّعا گزر جاتی
کس نے دل کا رباب چھیڑ دیا!
کس نے جاں سوز آگ بھڑکا دی
کس نے سازِ شباب چھیڑ دیا!

○

یہ مسلسل عذاب اے ساقی
زندگی کچھ تو مختصر ہوتی!!
عمرِ خضر و مسیح کے بدلے!
اک حسیں شام اِک سحر ہوتی!

○

آرزو ایک زلف کا الجھاؤ
زندگی ایک زخم کا پھیلاؤ
دل کی دھڑکن نہ بند ہو جائے
اے حسیں مغبچو! شراب پلاؤ!

کھوکھلے پیڑ کی طرح انساں
زندگی کا غرور رکھتا ہے
جس طرح حُسن ظن سے ایک مریض
موت کا ہاتھ دُور رکھتا ہے

○

زیست کے گیسوئے پریشاں کی
یوں تو تالیف ہوتی جاتی ہے،
جس قدر تم کو پیار کرتا ہوں،
دل کو تکلیف ہوتی جاتی ہے

○

پھول کیسا ہے خار کیسا ہے
گلستاں کا وقار کیسا ہے
اپنے ہوتے تو کچھ درست نہ تھا
اب مزاجِ بہار کیسا ہے

○

بات بے ربط ہوتی جاتی ہے
آرزو خبط ہوتی جاتی ہے
آپ کے مستقل تغافل سے
زندگی ضبط ہوتی جاتی ہے

○

بدنصیبی کا کیا علاج کریں !!
پھر کوئی بات ہو گئی ہو گی !
ان کی صورت نظر نہیں آئی
چاندنی رات ہو گئی ہو گی !

○

گرمیٔ شہرِ آرزو کی ہوا !!
قہر انگیز ہوتی جاتی ہے
کھول کر گیسوؤں کو پھیلا دے
دوپہر تیز ہوتی جاتی ہے

○

دیکھو دو وقت کیسے ملتے ہیں
اور سماں کتنا خوب ہوتا ہے
آؤ گر جاؤ میرے پہلو میں
کیوں کہ سورج غروب ہوتا ہے

○

ساز کے تار تھم چکے لیکن
راگنی اب بھی تھرتھراتی ہے
جیسے بچھڑے ہوئے حسینوں کی
یاد تا دیر گدگداتی ہے !!

○
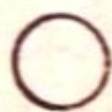
ایک زرد اور علیل ٹہنی پر
ایک کوئل اداس بیٹھی ہے
یا خزاں کے اڑن کھٹولے میں
ایک گلچیں کی آس بیٹھی ہے

○

زندگی سے مجھے محبت ہے
مسکراتا ہوں اور جیتا ہوں
میری تعریف پوچھتے ہیں آپ
آدمی ہوں شراب پیتا ہوں

○

حادثوں کا علاج کرتا ہوں
حوصلوں کو ثبات دیتا ہوں
آؤ اے لاعلاج بیمارو
میں دوائے حیات دیتا ہوں!

○

اے پریشان گیسوؤں والو
ہر مسافر کی آس ہیں ہم لوگ!
ادھر آؤ تمہارا ہاتھ پڑھیں
کہ ستارہ شناس ہیں ہم لوگ!

○

تو بھی قسمت کے پوچھتی ہے رموز
اے ستاروں کے شہر کی رانی
تجھ سے مانگیں گے قرض شمس و قمر
زندگی کے ثبات کا پانی!

○

طائرِ عشق کو اسیر نہ کر!!
اے عروسِ شباب آلودہ!
تا کجا برگِ گل پہ ٹھہرے گی
شبنمِ آفتاب آلودہ!

○

جا رہا تھا حرم کو میں لیکن
راستے میں بخوبیٔ تقدیر !!
اک مقام ایسا آگیا جس نے
ڈال دی میرے پاؤں میں زنجیر

○

عنبریں اُلجھنیں بکھیری ہیں
احمریں پیچ و خم تراشے ہیں !
اے خدائے جلیل تو نے بھی
کیسے کیسے صنم تراشے ہیں !!!

○

کتنی زلفوں سے مشورہ کر کے
دل کی اُلجھن سنوارتا ہوں میں
نوجوانی کی گرم راہوں کو....!!
میکدے میں گزارتا ہوں میں

○

مرمریں مرقدوں پہ وقتِ سحر
میکشی کی بساط گرم کریں!
موت کے سنگدل غلافوں کو
ساغروں کی کھنک سے نرم کریں

○

بال بکھرا کے ٹوٹی قبروں پر
جب کوئی مہ جبین روتی ہے
مجھ کو اکثر خیال آتا ہے
موت کتنی حسین ہوتی ہے

○

چل خرابات میں کہ زہرہ جبین
دولتِ کیف و حال دیتے ہیں!
نرم ہونٹوں کی ایک جنبش سے
دل کے کانٹے نکال دیتے ہیں!

○

مہ وشوں کا ضمیر رکھتے ہیں
مغبچوں کا مزاج رکھتے ہیں!!
میکدے کے حسین گل بوٹے
ہر مرض کا علاج رکھتے ہیں!!

○

پھول مرجھا گئے تو کیا حاصل
چاند گہنا گئے تو کیا حاصل
آ بھی جاؤ کہ وقت موزوں ہے
دن خراب آ گئے تو کیا حاصل

○

جام کھنکے نہ ساز تھرّائے!
رنگ برسے نہ پھول لہرائے!
آپ کے ساتھ جو ہوئے رخصت
وہ تبسّم نہ لوٹ کر آئے!!

○

اے مرے ذی شعور ہمراہی
ہم کو منزل پہ جا کے کیا لینا!
جو سہاروں میں رہنے والوں کو
خشک ساحل پہ جا کے کیا لینا

○

کر رہا ہے طوافِ میخانہ!
چاند کو کوئی کام ہے شاید!
چاندنی بے پناہ جنگی ہے
ان کے آنے کی شام ہے شاید

○

برف کی کاش بن گیا ہے دل
آتشِ چارہ ساز دے ساقی!
زیست خنجر نہ لے کے آجائے
آبِ آہن گداز دے ساقی

○

دل میں کیوں مستقل اندھیرا ہے
سائے کیوں بستیوں میں پلتے ہیں
میں تو اب تک یہ سُنتا آیا تھا
جنگلوں میں چراغ جلتے ہیں

○

زندگی کا عتاب قائم ہے
تیری فطرت بدلتی جاتی ہے!
آئینے کا غرور ثابت ہے
تیری صورت بدلتی جاتی ہے!

○

شام ہے اور دور افق کے قریب
اک بگولا سا تھر تھراتا ہے
آج اپنے غبارِ ہستی پر!!
مجھ کو تھوڑا سا رحم آتا ہے!

○

احتیاطوں کے گرم جھونکوں سے
سوکھ کر خار ہو گئی ہو گی!!
عشق زہراب لے کے آیا ہے
عقل بیمار ہو گئی ہو گی!!!

○

خدا و ناخدا کی کیا غلامی
بڑا مضبوط زینہ بن گیا ہے
مسافر اب کہیں تو جا لگیں گے
تلاطم خود سفینہ بن گیا ہے

○

وصل کی شب ہے اور سینے میں
ایک مدہوش آگ کا رس ہے
آج سارے چراغ گل کر دو !!
آج اندھیرا بہت مقدس ہے

○

یا ضمیرِ شراب جھوم اُٹھے
یا ضمیرِ شراب جل جائے
اُس لبِ احمریں سے ٹکرا کر!!
جام کیا آفتاب جل جائے

○

بادۂ آتشیں عنایت کر
تشنگی زہر بنتی جاتی ہے!
عقل مندوں کا قول ہے ساقی
آگ کو آگ ہی بجھاتی ہے

○

میں بھی فانی ہوں تو بھی فانی ہے
چار دن جشنِ زندگانی ہے
آکہ اک رات میکدے میں رہیں
میکشی مذہبِ جوانی ہے

○

رات ہے اور سطحِ دریا پر !!!
بہہ رہا ہے کنول میں ایک چراغ
زیست کس گھاٹ جا کے لگتی ہے
لا سکا آج تک نہ کوئی سراغ

○

آسماں کی بلندیوں سے ہمیں
کیوں مسلسل بلا رہا ہے کوئی!
کیا ستاروں کو توڑ کر ساقی
شیشہ و خم بنا رہا ہے کوئی

○

زندگی کے ہر ایک وعدے کو
ایک الزام جانتا ہوں میں!!
موت کی شکل تو نہیں دیکھی!
موت کا نام جانتا ہوں میں

○

چاندنی رات اور فصلِ بہار
مے ہفتادہ سال دے ساقی!
آج مرنے کی کس کو فرصت ہے
موت کو کل پہ ٹال دے ساقی

○

عنبریں ظلمتوں کی ٹھنڈک میں
چاندنی رات کا وطیرہ ہے!
تیری زلفِ سیاہ میں ساقی
کس خرابات کا ذخیرہ ہے

○

گیسوؤں میں بہار کی کلیاں
عارضوں میں شراب کی لہریں!
آج دیکھی ہیں اک جھروکے میں
نوجوانی کے خواب کی لہریں!

○

کوئی مندر سے لَو لگاتا ہے
کوئی مسجد میں سر جھکاتا ہے
بے سہارا جہان میں ساقی
زیست کا بوجھ کون اٹھاتا ہے

○

ذوقِ پرواز اگر سلامت ہے
حلقۂ دام ٹوٹ جاتا ہے
زندگی کی گرفت میں آ کر
موت کا جام ٹوٹ جاتا ہے

○

موت کا سرد ہاتھ بھی ساقی
مجھ کو خاموش کر نہیں سکتا
ساز کا تار ٹوٹ سکتا ہے
تار کا سوز مر نہیں سکتا

○

آپ کے ہونٹ کتنے پیارے ہیں
دو لرزتے ہوئے ستارے ہیں
مجھ کو محسوس ایسا ہوتا ہے!!
میرے زخموں کے کچھ کنارے ہیں

○

انکھڑیوں میں غبار سا کیوں ہے
قلب میں اختلاج کیسا ہے
کیوں پریشاں ہیں عنبریں گیسو
بندہ پرور مزاج کیسا ہے

○

اے مری بیقرار رقاصہ
شعلۂ بے قرار ہے اس میں!
جام ٹکرا کے دیکھ شاعر سے
نغمۂ آبشار ہے اس میں!

○

چند دن کے لئے گیا تھا وہاں!!
چند جرعات چھوڑ آیا ہوں
مہ جبینوں کی دلبری کے لئے
دل کو گجرات چھوڑ آیا ہوں

○

افق پر ایک مستی چھا رہی ہے
مسرّت سے شفق لہرا رہی ہے
کوئی زہرہ جبیں مے پی رہی ہے
مجھے صبحِ ازل یاد آ رہی ہے

○

امیدِ صبحِ محشر مغتنم ہے!!
کہو تو دل کی دنیا کو سجائیں
خیال اچھا ہے لیکن کیا بھروسہ
وہاں بھی آپ ہم کو بھول جائیں

○

کوئی وقعت نہیں جنسِ وفا کی
لیے پھرتے ہو کن خوش فہمیوں کو
بڑی قیمت پہ دنیا بیچتی ہے
رواداری کے جھوٹے موتیوں کو

○

تیرہ و تار ہے یا رب تری دنیا کی فضا
سوچ کچھ ایسا طریقہ جو اجالے کر دے
آج تک تو نے چلائی ہے بڑی مشکل سے
اب یہ بگڑی ہوئی کل میرے حوالے کر دے

○

زلفِ شاداب پہ قرباں ہوئے اخلاص سے دل
زلفِ ناشاد کی تالیف کا یارا نہ رہا!!
رات جوبن پہ تھی جب خوب ستارے چمکے
رات جب بیت گئی کوئی ستارا نہ رہا

○

نگاہوں کی سنانیں چبھ گئی ہیں
ہوس کی بد دعائیں لگ گئی ہیں
مجھے محسوس ہوتا ہے کہ تم کو
زمانے کی ہوائیں لگ گئی ہیں

○

ہوا ہے یوں فسونِ خواب طاری
کہ ہنگاموں کے طوفاں سو گئے ہیں
فقط میں جاگتا ہوں اَور فطرت
مغنّی اَور گلستاں سو گئے ہیں

○

ہوا کے مست اَور سرشار جھونکے
شرابوں کا ترشّح کر گئے ہیں
گرے ہیں پھول۔ اتنے ٹہنیوں سے
کہ دامن مہ وشوں کے بھر گئے ہیں

○

سیلاب کے سیلاب گزر جاتے ہیں!

گرداب کے گرداب گزر جاتے ہیں!

آلام و حوادث سے پریشاں کیوں ہے

یہ خواب ہیں اور خواب گزر جاتے ہیں!

○

رنگِ رخِ پژمردہ نہ اڑ جائے کہیں!

کیفِ دلِ افسردہ نہ اڑ جائے کہیں

میں زیست کی ٹہنی کو ہرا رکھتا ہوں

ہر طائرِ آزردہ نہ اڑ جائے کہیں

○

اک موج مچل جائے تو طوفاں بن جائے
اک پھول اگر چاہے گلستاں بن جائے
اک خون کے قطرے میں ہے عظمت اتنی
اک قوم کی تاریخ کا عنواں بن جائے

○

شیشہ بھی بہت وصف و ہنر رکھتا ہے
اسرارِ نہفتہ کی خبر رکھتا ہے
رندوں میں بہت ملتے ہیں اربابِ شعور
نشہ بھی بڑی تیز نظر رکھتا ہے

○

دل شکستہ نہ ہو کر رستے میں !!!
تجربے کی نئی لکیریں ہیں !!!
تیری روشن ہتھیلیوں میں ابھی !!!
چاندنی کی کئی لکیریں ہیں !!!

○

ناخدا کس لیے پریشاں ہے
ناؤ ہے تو بہت کنارے ہیں
یہ تلاطم نہیں تعفن ہے
یہ اندھیرے نہیں ستارے ہیں !!

○

خلوصِ عشق کی گرمی بھی ایک آفت ہے
میں دیکھتا ہوں کہ تبدیل ہو گئے ہو تم
خدا کرے مری آنکھوں سے نور چھن جائے
مری نگاہ میں تحلیل ہو گئے ہو تم

○

کس محبت سے تراشا ہے تجھے خلاق نے
کتنی روشن ہیں تری آنکھوں کی نازک پتلیاں
اپنی جملہ عظمتوں اور وسعتوں کے باوجود
ختم ہو جاتے ہیں ان نقطوں پہ آکر دو جہاں

○

ہے رشک مجھ کو ترے کاروبار پر مرشد
کمندِ زلفِ رسا کی بڑی ضرورت ہے
کہیں ملے تو مجھے بھی ذرا خبر کرنا
مجھے بھی تیرے خدا کی بڑی ضرورت ہے

○

ہزار آئینے لیکر کھڑی ہے ہر منزل
اور آئینوں میں نگارانِ بے لبادہ ہیں
ہزار واقف و محتاط ہو مسافرِ زیست
فروگذاشت کے امکاں بہت زیادہ ہیں

○

شراب کا کوئی اپنا صریح رنگ نہیں
شراب تجزیہ و احتساب کرتی ہے
جو اہلِ دل ہیں بڑھاتی ہے آبرو انکی
جو بے شعور ہیں ان کو خراب کرتی ہے

○

ارے ارے یہ ہجومِ بہار کا عالم
ہزار رنگ کے عرفان ہوتے جاتے ہیں
شعورِ فرض سے نا آشنا نہیں غنچے!
چٹک چٹک کے پریشان ہوتے جاتے ہیں

○

بے غرض دوستوں کی ہمدردی
کس قدر پُرخلوص و سادہ ہے
یہ وہ کم یاب پھول ہیں جن میں !!
رنگ کم ہے مہک زیادہ ہے

○

حادثہ ہوش کا قرینہ ہے
تجربہ زندگی کا زینہ ہے!
احتیاط اے مُسافرِ ہستی
تیرے ہاتھوں میں آبگینہ ہے

○

گو فقیہانِ شہر کو از بر!
خیر و برکت کے سب فسانے ہیں!
بھوک کا ذکر سُن کے کہتے ہیں!
یہ مسائل بہت پرانے ہیں!

○

فکرِ تعمیر و ریخت کا نشہ!
ناشتہ ہے جہاں طراز کا!
بادشاہوں کا غول سرکش بھی
اک قبیلہ ہے خشت سازوں کا!

○

سینکڑوں عاشقوں کو نہلا کر!
پوری دوشیزگی سے جاری ہے
زندگی کی ندی سے مت شرما
یہ بھی تیری طرح کنواری ہے

○

خُلق مانندِ آب ہوتا ہے!
طبع مثلِ نسیم ہوتی ہے!
ظرف جتنا وسیع ہو جس کا!
بات اتنی حلیم ہوتی ہے!

○

زیست میں احتیاج کے لمحے
لوگ کہتے ہیں عام آتے ہیں!
مفلسوں کے دِلوں کو مت ٹھکرا
یہ پیالے بھی کام آتے ہیں

○

رنگ سے غم کی گرد اڑتی ہے
پھول حرماں شناس رہتا ہے
آپ کے دم قدم کی برکت ہے
یوں تو گلشن اداس رہتا ہے

○

کس سے تجھے حجاب ہے اے پیکرِ حیا
اس میکدے میں واقفِ مقصود کون ہے
اپنی خبر سے بھی بہت آگے ہیں اہلِ دل
تیرے حریمِ ناز میں موجود کون ہے

○

صبح و مسا یہی تھا مسرّت کا انہماک
شام و سحر خوشی کی یہی بات تھی کبھی!
اے تازہ واردانِ خراباتِ آرزو
ہم سے بھی اس حسین کی ملاقات تھی کبھی

○

ہوش و خرد کے وہم و تردّد کے باوجود
سرکش مثالِ شعلۂ نو آفریدہ ہوں!
شاید یہ ہے شباب کا احساسِ اوّلیں
محسوس ہو رہا ہے گریباں دریدہ ہوں!

○

الفت کے والہانہ تموّج کی لہر کو
اے دوست بے رخی کی ہوا سے فنا نہ کر
ہے گل کے انگ انگ میں شبنم بسی ہوئی
اس وقت اجتناب نہ فرما حیا نہ کر

○

مشورہ ہر حسیں مسافر کا
چشمۂ دانش و بصیرت ہے!
راستہ جانتا تو ہوں لیکن!
راستہ پوچھنے کی عادت ہے

○

اپنی رسوائیوں کا افسانہ!!
آپ کے نام کر رہا ہوں میں
کتنے انصاف شاعرانہ سے
ردِّ الزام کر رہا ہوں میں!!

○

جاتے جاتے مری گذارش پہ
یونہی تھوڑا سا غور کر جاؤ
کوئی موقع نہ دو شرارت کا
کوئی وعدہ ہی اور کر جاؤ

○

میں نمازی نہیں کہ لوگوں پر !!
تیری خاطر زباں دراز کروں !!
میں نے فی الحال تو یہ سوچا ہے
اپنی آلودگی پہ ناز کروں !!!

○

زہد اک دامِ پُر تکلّف ہے
معرفت اک کمند ہے ساقی!
آدمی اَور یہ زبوں پیشہ!!
دعوتِ زہرخند ہے ساقی!

○

یہ بزرگانِ باصفا ساقی!!
سرخیِ چشمِ حور پیتے ہیں!!
مے نہیں ان کی شان کی شایاں
یہ فرشتے ہیں نور پیتے ہیں!

○

عارضی وصل کے تکلّف سے
جاودانی فراق کیا کم ہے،
اے مجھے رنج بخشنے والے!
مجھ کو تیری خوشی مقدّم ہے

○

ملکِ آشفتگی کے شہزادے
محوِ رقص و خرام آتے ہیں!
داورِ حشر کو خبر کر دو!!!
شاعرانِ کرام آتے ہیں!

○

رہزنوں میں بھی بعض خوش سیرت

چارہ سازِ قلوب ہوتے ہیں

منزلوں تک نظر نہیں جاتی !!

راستے اتنے خوب ہوتے ہیں!

○

راہ کے ہر مہیب پتھر پر !!
کوئی حکمت کی بات لکھی ہے
تو جنہیں نقشِ پا سمجھتا ہے
داستانِ حیات لکھی ہے!

○

صحبتِ ماہ و مجلسِ گل سے
کسبِ شادابیِ حیات کرو
اپنی اپنی صراحیاں لے کر!
اپنی اپنی خوشی کی بات کرو!

○

بڑھا کے ربطِ وفا ناشناس بھولوں سے
غبارِ خاطرِ ناشاد ہو گیا ہوں میں!
ہوس نے خواب تو بے حد حسین دیکھے تھے
کھلی ہے آنکھ تو برباد ہو گیا ہوں میں

○

کمی ضرور تھی کوئی شدتِ مستی میں!
جو رقص کر نہ سکا ولولہ جوانی کا !!!
خیالِ حشر حقیقت نہ ہو کہیں ساقی
فرار ہے کوئی ٹکڑا مری جوانی کا !!!

تری سرشت کے اوصاف جاگ اٹھے ہیں

تری جبیں پہ ہوس کی کوئی لکیر نہیں

اب اس قدر تو خدا کے قریب ہے زاہد

ترے وجود میں انسان کا ضمیر نہیں!!

○

سینۂ دریا سے لپٹی روح کو گرما گئی
موج جب تک تیز دھارے پر رہی لہرا گئی
جانبِ ساحل گئی جب نازفرمائی ہوئی
اس کی ہستی کو کنارے کی خموشی کھا گئی

○

اے رفیقانِ قدح آشام و رخشندہ ضمیر
حشر کے دن بھی ہوائے کامرانی آئیگی
میکشوں کے پاؤں پینے کو بڑھیگی موجِ مے
شاعروں کے خیر مقدم کو جوانی آئیگی!

○

سازِ جب چھیڑتے ہیں سازندے
چار سو رنگ پھیل جاتے ہیں،
کتنے دُور و دراز رستوں سے
مہوشوں کے پیام آتے ہیں

○

عمرِ رفتہ میں اور حاضر میں
بُعد کتنا بسیط ہے ساقی
دیکھنا ہے کہ دورِ پیمانہ
کِس اُفق تک محیط ہے ساقی

○

شیخ جی آپ آدمی بن کر
اپنی عظمت کو کیوں ڈبوتے ہیں
وحدہٗ لاشریک کے بندے
وحدہٗ لاشریک ہوتے ہیں

○

اے غریبوں کو روندنے والو
آدمی سبزہ و گیاہ نہیں
یہ فقیرانِ راہ افتادہ
درسِ عبرت ہیں فرشِ راہ نہیں

○

کس قدر دور رس ہے تو زاہد
کیا انوکھی ہیں منطقیں تیری
یعنی معراج آدمیت کی!
یا عبادت ہے یا شکم سیری!!

○

آنکھ وہ ہے جو ہر مسرت میں
دام سے ہوشیار رہتی ہے
تیری بھول سے پیٹ کر بھی
مضطر و بے قرار رہتی ہے!

○

سرد و غمگیں سکوت کے مسکن
قہقہوں کے شراب خانے تھے!
آج قبریں ہیں جس جگہ ساقی
کل فلک بوس آشیانے تھے

○

کتنی روشن ہے دہر کی تاریخ
کیا تصرف ہیں برق پاروں کے
یا قصیدے ہیں مہ جبینوں کے
یا فسانے ہیں شہر یاروں کے

○

اپنے اعمال کی بضاعت پر
ناقدانہ نگاہ بہتر ہے
سالہا سال کی عبادت سے
اک ندامت کی آہ بہتر ہے

○

سایۂ ابرِ گیسوئے مشکیں!
جنتِ چشم رنگ آلودہ!!
تیرے دستورِ دلبری کے سوا
سب مراسم ہیں زنگ آلودہ!!

○

انتظامِ خطر تو کافی ہے
اہتمامِ فرار کوئی نہیں!
رہنما تو بہت ہیں رستے میں
شجرِ سایہ دار کوئی نہیں

○

اے خدا تجھ کو پوجنے والے
تنگ کرتے ہیں تیرے بندوں کو
باغِ جنّت کے سبز پیڑوں سے
باندھ اپنے نیاز مندوں کو

○

زندگی اس زبوں قبیلے سے
کب بھلا ساز باز کرتی ہے
بزدلوں کے پلید سائے سے
موت بھی احتراز کرتی ہے

○

عارضی جاہ و منزلت کیلئے
زندگی کب وقار کھوتی ہے
یہ وہ دُلہن ہے جو ہمیشہ سے
غازیوں کی لحد میں سوتی ہے

○

روح جب تک فنا نہ ہو جائے
حوصلے سخت کوش رہتے ہیں
رہگذر کے چراغ بھی اکثر
دیر تک ضو فروش رہتے ہیں

○

مصلحت کی لغت یہ کہتی ہے
شیر قالیں بھی شیر بیشہ ہے
بےحیائی بھی ایک صنعت ہے
چاپلوسی بھی ایک پیشہ ہے

○

میں نے پوچھا تھا ایک آہو سے
حسن آتنا رمیدہ خو کیوں ہے
تملاتا ہوا جواب آیا!
صدق خنجر ہے عشق شب خوں ہے

○

میں نے پوچھا تھا چشم ساقی میں
کس خرابات کی کہانی ہے
کنجِ گلشن سے یہ صدا آئی، !
پھول میں انگبیں کا پانی ہے،

○

یادِ حق آدمی کے سینے میں
سرفروشی کا بیج بوتی ہے!
سر کو قالین پہ ڈالنے والے
خنجروں پر نماز ہوتی ہے

○

میرے شعروں کا ماجرا مت پوچھ
یہ ندی دو رخوں سے بہتی ہے
ایک مصرع شعور لکھتا ہے
ایک مصرع شراب کہتی ہے

○

ہر سیہ زلف سلکِ انجم ہے
ہر لبِ جانفزا گلابی ہے
غیر ماحول ڈھونڈنے والے
اپنی بستی میں کیا خرابی ہے

○

کچھ محبت کی آگ ہوتی ہے
کچھ رقابت کے خار ہوتے ہیں
دوستوں کی مزاج پرسی کے
زاویئے بے شمار ہوتے ہیں

○

روز کس کو نصیب ہوتی ہے
چاندنی شب کے آبگینے کی.....!
محتسب آج اعتراض نہ کر
چودھویں رات ہے مہینے کی!

○

مے نہیں گلستاں کا پانی ہے
محتسب جو مرے گلاس میں ہے
سانپ نے کینچلی بدل ڈالی.....
آج فطرت نئے لباس میں ہے

○

کتنا حسرت فزا ہے وقت غروب
بادہ خوارو! کچھ انتظام کرو،
جام و مینا کی احمریں لے سے
ڈوبتی "آگ" کو سلام کرو

○

گلوں کا رنگ، ستاروں کا نور ہے دنیا
نہ جانے کس کی تمنا میں چور ہے دنیا
کوئی امید نہ ہوتی تو ختم ہو جاتی
کسی امید پہ قائم ضرور ہے دنیا

○

تشنگی کا نہیں کوئی مذہب
عارضے کا کوئی مزاج نہیں
موت اک اتفاق ہے ورنہ
زندگی کا کوئی علاج نہیں!

○

طاقتیں صرف دو ہیں دنیا میں
جن سے سارا نظام جاری ہے
اک خدا کا وجود ہے برحق۔!!
ایک عورت کی ذات بھاری ہے

قومی کتب خانہ راولپنڈی کا فخریہ اشاعتی پروگرام

"کشمیر اُداس ہے"

اُردو کے جیالے فنکار محمود ہاشمی نے اپنے قلم کو خون میں ڈبو کر کشمیر کے جہادِ حُریّت کی کہانی تحریر کی ہے۔ یہ کتاب کشمیر کے موضوع پر ایک تاریخی دستاویز ہے۔

"کشمیر اُداس ہے" بتیس لاکھ سرفروشانِ حُریّت کے سرکش ارادوں اور جواں امنگوں کی حیات آفریں داستان ہے۔ دیدہ زیب گرد پوش اور جملہ طباعتی محاسن سے آراستہ۔ قیمت تین روپے

دار و رسن جب شاعر خواب ناروں سے نکلکر زندگی کی صداقتوں میں سے شعر و نغمہ کے موضوعات تلاش کرتا ہے۔ تو اس کی شاعری زندگی، سماج اور تاریخ کے انقلاب آفریں رجحانات کی ترجمان بن جاتی ہے۔ اردو ادب کے صحت مند شعری رجحانات کا ترجمان باقی صدیقی آج اسی مقام پر پہنچ چکا ہے۔ دار و رسن میں انہی حیات آفریں نغمات کی دھمک صاف سنائی دیتی ہے۔ قیمت ۲ روپے

(زیرِ طبع)

ملنے کا پتہ:- **قومی کتب خانہ چوک نیا بازار راولپنڈی**